رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر ( )

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

نمبر (۲۹) | ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء شنبہ | ۳۰ شوال ۱۳۶۲ھ | ۲۴ آذر ۱۳۵۳ف | جلد ۳

اٹلی کا سقوط اور ترکی

بلقان کا مستقبل

اٹلی کے سقوط کی خبر الفقرہ کے لئے غیر متوقع نہیں تھی۔ اگرچہ اس سے حیرت ضرور ہوئی۔ اس کے متعلق ترکی کا رد عمل کیا ہوا۔ اولاً یہ کہ ۱۹۱۱ء میں اٹلی کی ہوس ملک گیری کا خاتمہ ہوگیا۔ شمالی افریقہ میں متحدین کی کامیابی کے بعد مشرقی بحر روم میں اٹلی کی اہمیت گھٹ گئی تھی۔ واقعات اس سرعت کے ساتھ وقوع پذیر ہو رہے ہیں کہ ہر واقعہ سے متعلق ترکی کا رد عمل بیان کرنا مشکل ہے البتہ اجمالی طور پر اس کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۱۱ء سے ترکی قوم اٹلی کو اپنا دشمن سمجھتی رہی ہے۔ اس جنگ میں اٹلی کو جو بھی پسپائی ہوئی وہ ترکوں کے لئے باعث تشفی تھی۔ ایک ہر ترکی اس تشفی کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ اور اب تو حکومت ترکی کو بھی مطمئن ہونے کی کافی وجہ ہے۔ گو جنگ عظیم کے ختم کے بعد سے جزائر ڈوڈیکینیز پر اٹلی کا قبضہ رہا ہے۔ اٹلی نے عجلت کرکے ان جزائر کا تخلیہ کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن یہ وعدہ کبھی ایفا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ سے ترکی اور اٹلی کے تعلقات میں کبھی ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی ترکوں کے نزدیک ان جزائر کی سیاسی اہمیت اتنی نہیں تھی جتنی کہ فوجی۔ ترکوں کے دو ڈ دلیاں کے فوجی استحکام سے بہت پہلے اس کے جنوبی ساحل کو استحکام کرلیا تھا جو ان جزائر کے بالمقابل واقع ہے۔ یہ منطقہ حیثیت ایک فوجی منطقہ سمجھا جاتا ہے۔ گزشتہ دو قرنوں سے ترکوں نے اس پر کافی رقم صرف کی اور کر رہے ہیں۔

ایک کانٹا

اس طرح گزشتہ بیس سال سے جزائر ڈوڈیکینیز ترکی کے پہلو میں ایک کانٹا بنے رہے۔ اب ترکی کا کافی تحفظ ہوگیا ہے اور ان جزائر کو بلقان میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات ممکن نظر نہیں آتی کہ اٹلی کو ان جزائر پر قبضہ رکھنے کی اجازت دی جائے گی۔

ایک اور اہم رد عمل جس کو فتح رفقی عطائی نے نیم سرکاری اخبار "ادس" میں ظاہر کیا ہے یہ ہوا کہ اٹلی کے سقوط سے اقوام متحدہ نے آخری فتح کی جانب ایک قطعی قدم اٹھایا ہے۔

ترکی رائے عامہ یہ ہے کہ اٹلی پر جب متحدین کا پورا قبضہ ہو جائے گا تو یہ بلقان میں کارروائیوں کے نئے مرکز بنے گا۔ ترکوں میں عام رائے یہ ہے کہ حملہ کا دوسرا قدم البانیہ کی جانب ہوگا۔ یہ محض قیاس آرائی ہے۔ تمام امکانات پر احتیاط کے ساتھ غور کرنے کے بعد ہم تین امکانات پر پہونچتے ہیں۔ ایک امکان پورا ہوگیا یعنی اٹلی پر حملہ۔ دوسرا امکان بلقان پر حملہ ہے اور تیسرا امکان فرانس پر مختلف سمتوں سے حملے ہے۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے اور موسم سرما قریب آرہا ہے صرف کریٹ، روم کا محاذ رہ جاتا ہے۔

خارجی حکمت عملی

حال میں واقعات نے جو پلٹا کھایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کی خارجی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ فوائد حاصل کئے جائیں جن کی وہ برطانیہ کے حلیف اور غیر جانبدار کی حیثیت سے مستحق ہے۔ اس کا استحقاق اس امر پر مبنی ہے کہ اس نے نازک اور مشکل وقت پر نازیوں کے دباؤ کا مقابلہ کیا۔ بلقان کے حالیہ واقعات سے ریاست ہائے بلقان سے متعلق ترکی کو اپنی خارجی حکمت عملی پر نظر ثانی کرنی پڑ رہی ہے۔ ترکی کے حزب عوام کے ایک جلسہ میں وزیر خارجہ نے بین الاقوامی صورت حال پر ایک تبصرہ کیا۔ ترکی کی خارجی حکمت عملی میں جو تغیر ہو رہا ہے اس کو سمجھنے کے لئے ریاست ہائے بلقان کی صورت حال پر غور کرنا ضروری ہے۔

اٹلی کا سقوط کے بعد ہنگری جنگ سے الگ ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ نازیوں کے خلاف ترکی کے راستے ہنگری کو مدد دینے میں جغرافی موانعات حائل ہیں لیکن اگر اٹلی پر متحدین کا قبضہ ہو جائے تو ہنگری کو مدد دی جا سکتی ہے۔ رومانیہ کی صورت حال بہت پیچیدہ ہے۔ اور رومانیہ ایسی الجھنوں میں پھنس گیا ہے کہ اس کو مدد دینا دشوار ہے۔ یہاں بھی جغرافی حالات ایسے ہیں کہ ترکی کوئی مدد نہیں دے سکتا۔

شاہ بورس کے انتقال کے بعد سے بلغاریہ کی مستقل حیثیت باقی نہیں رہی۔ یہ واقعہ کہ شاہ بورس ہٹلر کو راستہ دینے آمادہ نہیں تھا یہ ثابت کرتا ہے کہ بلغاریہ شاہ بورس کی قیادت میں بلقان کی ہم آہنگی میں ایک اہم عنصر تھا۔ اس وقت بلغاریہ کی کوئی سیاسی اہمیت نہیں ہے۔

یوگوسلاویا اور یونان کو آزاد ہونے کے لئے ابھی وقفہ درکار ہے لیکن ان ممالک کی حکومتوں نے ترکی حکومت سے قریبی ربط قائم رکھا ہے۔ اب یہ بات صاف ہے کہ یوگوسلاویا اور یونان ایسے ممالک ہیں جو بلقان میں اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر آئندہ بلقان میں کوئی وفاق یا اتحاد قائم ہو تو وہ اسی حقیقت پر مبنی ہوگا۔ بلقان سے متعلق ترکی کی صحیح حکمت عملی یہی ہوگی کہ ان ممالک سے اشتراک عمل کرے۔ دوسری قیاس آرائیاں بے سود ثابت ہوں گی کیونکہ فوجی طاقت ہی ان ممالک کی قسمتوں کا فیصلہ کرے گی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترکی غور اور احتیاط سے کار بند ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ترکی ریاست ہائے بلقان کے

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳ | ۲۴ آذر ۱۳۵۳ف | نمبر ۲۹

حکومت کی نرم پالیسی

جنگ سے پیدا شدہ غیر معمولی حالات سے نمٹنے کے لئے حکومت سرکار عالی کی جانب سے اب تک جو تدابیر اختیار کی گئیں وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئیں۔ مثلاً حکومت نے اجناس خوردنی کے ذخائر کا علم حاصل کرنے کے لئے ایک اعلان جاری کیا مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذخائر کی صحیح مقدار معلوم کرنے میں حکومت ہنوز کامیاب نہیں ہوئی۔ دوسری مثال سوتی کپڑے کی قیمتوں کا تعین ہے۔ اس حکم کے باوجود تاجران پارچہ نے قیمتوں کو مقرر کردہ معیار تک نہیں گھٹایا اور ایک مناسب معقول زائد منافع کی ہے۔ اس قانون کے متعلق پہلی بات یہ کہنی ہے کہ اس کو منوز نافذ نہیں کیا گیا اور دوسری بات یہ کہ اس کی وجہ سے نفع اندوزی کے رجحان میں وہ کمی نہیں ہوئی جس کی توقع کی جا سکتی تھی۔ مختصر یہ کہ نہ تو ذخیرہ بندی کا انسداد ہوا اور نہ نفع اندوزی کا حالانکہ مفلس اور غریب عوام کے حق میں ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی ایسے ہی خطرناک دشمن ہیں جیسے کہ جنگ اور قحط۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا یہ حکومت کی نرم پالیسی کا نتیجہ تو نہیں؟ اگر حکومت جو کچھ کر رہی ہے یا کرنا چاہتی ہے وہ ملک و مملکت کے عین مفاد میں ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے ٹھیک طرح عمل کو روبہ عمل لانے میں کوتاہی کیوں ہوتی ہے؟

لارڈ لنلتھگو نے ایوان رؤسائے ہند کو مخاطب کرتے ہوئے والیان ریاست سے اپیل کی ہے کہ افراط زر کی انسدادی تدابیر میں ریاستوں کو بھی تعاون عمل کرنا چاہئے۔ اگر یہ غور دیکھا جائے تو حیدرآباد نے اس خصوص میں اب تک کوئی قدم نہیں اٹھایا حالانکہ حکومت اور پبلک کے نمائندے دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ برطانوی ہند کی افراط زر کے اثرات بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر حیدرآباد کی معاشی زندگی کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حیدرآباد کئی حیثیتوں سے برطانوی ہند کے مقابلہ میں بفضل خدا خوش قسمت رہا مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ مقامی سرمایہ داروں کو غریبوں کو لوٹ کر بے پناہ دولت سمیٹنے کے لئے بے مہار چھوڑ دیا جائے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں رہا جو نفع اندوزی کا شکار نہ بن چکا ہو۔ ضرورت ہے کہ افراط زر اور نفع اندوزی کے انسداد کے لئے مزید اور موثر تدابیر اختیار کی جائیں۔

دہلی کی حالیہ غذائی کانفرنس میں حکومت ہند نے کانفرنس کی سفارشات کو قبول کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ تمام صوبوں میں خاص خاص غذائی اجناس کی قیمتیں از روئے قانون مقرر کر دی جائیں گی اور متعدد غیر زرعی اشیا اور ایسی اشیاء کی قیمتیں بھی مقرر کر دی جائیں گی جو کاشتکاروں کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس خصوص میں حکومت ہند نے ایک آرڈی نینس بھی جاری کر دیا ہے۔ حکومت ہند کے اس اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے برطانوی ہند کے جرائد نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس سے حکومت ہند کے اس عزم کا پتہ چلتا ہے کہ وہ محکمہ رسد کو ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کے انسداد کے لئے ایسے اختیارات دے رہی ہے جن کے استعمال سے اجناس خوردنی اور دیگر ضروریات زندگی کی قیمتیں اس سطح تک گھٹ جائیں گی کہ غریب طبقوں کے لئے قابل حصول ہو سکیں۔ اجناس کے ذخائر پر قبضہ کرنے کی پالیسی کو جس پر حکومت ہند اب تک گامزن نہیں تھی اب ایک موثر تدبیر سمجھ رہی ہے۔ اس طرح برطانوی ہند میں اجناس کے پوشیدہ ذخائر کو برآمد کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔

جہاں تک حیدرآباد کا تعلق ہے اس خصوص میں اب تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ گزشتہ ماہ حکومت سرکار عالی نے ایک اعلامیہ کے ذریعہ یہ اعلان کیا تھا کہ ذخائر اور قیمتوں پر نگرانی کے لئے موثر تدابیر اختیار کی جائیں گی اور اس غرض کے لئے ایک نیا محکمہ رسد قائم کیا گیا ہے نیز جہاں تک غلہ اور کپڑے کا تعلق ہے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قانون تحفظ مملکت محروسہ سرکار عالی کے تحت ایسے اشخاص کے خلاف ایک مہم جاری کی جائے گی جو غلہ کی ذخیرہ بندی کرتے ہیں اور یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ ایسے مفید اقدامات میں عوام کی وسیع ترین حد تک امداد و تعاون عمل کرنے کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے حکومت سرکار عالی نے یہ طے کیا ہے کہ غلہ اور پارچہ کے لئے ایک مشاورتی مجلس قائم کی جائے جو سرکاری اور غیر سرکاری اراکین پر مشتمل ہوگی۔ اس اعلان کے بعد ہمیں علم نہیں کہ حکومت نے کیا لائحہ عمل مرتب کیا ہے۔ ہم حکومت پر پھر ایک بار واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ موجودہ گرانی جو ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے برداشت کرنے کی غریب طبقوں میں سکت نہیں رہی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس خصوص میں حکومت کو زیادہ قوت اور سرعت سے قدم اٹھانا چاہئے۔

بلدیہ کا عبوری دور

مجلس بلدیہ کی تحلیل کے بعد بلدیہ کے نظم و نسق کے انصرام کے لئے ایک عامل کا تقرر عمل میں آ چکا ہے اور نیا سال بھی شروع ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ عملی بد نظمیوں اور خرابیوں کے ارتفاع کا کام بعجلت ممکنہ شروع کر دیا جائے۔ سب سے پہلی چیز جس پر بلدیہ کو توجہ کرنی چاہئے وہ سڑکوں کی ناگفتہ بہ حالت ہے۔ مقامی جرائد کی بار بار توجہ دلانی کے باوجود سڑکوں کی مرمت کی جانب اب تک توجہ مبذول نہیں کی گئی۔ جس محلہ میں جائیے سڑکیں اپنی زبان حال سے تباہ حالی کا مرثیہ سنا رہی ہیں۔ وہ سڑکیں جو لاکھوں روپے کی لاگت سے تیار کی گئی تھیں محض بلدیہ کی عدم توجہ کی وجہ سے اس درجہ خراب ہو گئی ہیں کہ اگر ان کی فوراً مرمت نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ ان کی از سر نو تعمیر پر پھر لاکھوں روپے صرف کرنے پڑیں گے۔ ہم نے بعض ماہرین کو کہتے سنا ہے کہ شہر کی سڑکوں اور گلیوں کی نگہداشت اور مرمت کے لئے آٹھ دس لاکھ روپے درکار ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ رقم بلدیہ کے موارد سے فراہم نہیں کی جا سکتی۔ فراہمی رقم کی صرف ایک صورت یہ ہے کہ حکومت بلدیہ کو مزید دس لاکھ روپیہ قرض دے تاکہ شہر حیدرآباد کے بدن پر جو پھوڑے نکل آئے ہیں وہ دور ہو سکیں۔ اس رقم کی ادائی بلدیہ کی آمدنی سے بہ اقساط کی جائے اور آمدنی کی توفیر کے لئے وہ سارے ذرائع اختیار کئے جائیں جو ایک متمدن شہر کی بلدیہ کے لوازمات میں داخل ہیں۔ شہر کے امرا، جاگیرداروں اور ساہوکاروں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ بلدیہ کی مالیات کو مستحکم کرنے کی خاطر ادائی ٹیکس میں تساہل روا نہ رکھیں۔

اس وقت بلدیہ لاکھوں روپے کی مقروض ہو چکی ہے جس کی وجہ سے حفظان صحت کے کام حسب خواہ طریقہ پر انجام نہیں پا رہے ہیں۔ مثلاً شہریوں کو اچھا گوشت، اچھی ترکاریاں، اچھا گھی اور خالص دودھ میسر نہیں آ رہا ہے۔ شہر کی ہوٹلوں میں جو کھانے تیار

ہیں ان پر حفظان صحت کے عہدہ داروں کی جانب سے کوئی نگرانی نہیں ہوتی۔ شہر کی آبادی کچھ تو اس وجہ سے کہ ساحلی مقامات کے باشندے حیدرآباد کو پناہ گاہ سمجھ رہے ہیں اور کچھ فوجی ضروریات کی بناء پر غیر معمولی طور پر بڑھ گئی ہے۔ اس روز افزوں آبادی کی ضروریات کی تکمیل کے لئے حفظان صحت کے تدابیر کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ خوش قسمتی سے جدید عامل صاحب اور ان کی مجلس مشاورت کی ذمہ داریاں رجوع ہو چکی ہیں۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ بلدیہ کے یہ جدید ذمہ دار اصحاب اپنی ذمہ داریوں کے پورے احساس کے ساتھ جلد اپنا کام شروع کر دیں گے اور ہر موقع پر پریس نوٹ کے ذریعہ عوام کو اپنے اعتماد میں لیں گے۔

ضلع واری کانفرنسیں فوراً منعقد کی جائیں

دستوری اصلاحات کے تحت ضلع واری کانفرنسوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس کی نسبت ہمارا یہ خیال ہے کہ جملہ اضلاع کی سالانہ کانفرنسوں کو خورداد اور تیر کے مہینوں میں منعقد کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ان (۱۶) کانفرنسوں کو سرما اور گرما کے آٹھ مہینوں میں مختلف وقتوں سے منعقد ہونا چاہئے۔ آذر کا مہینہ تو تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اگر بہمن سے یہ سلسلہ شروع ہو تو ختم تیر تک چھ ماہ کی مدت ملتی ہے جس کے دوران میں جملہ ضلع واری کانفرنسیں بہ حسن و خوبی منعقد ہو سکتی ہیں۔ سال گزشتہ کانفرنسوں کی روئدادیں اس کثرت اور اس تیزی سے وصول ہوئیں کہ کاغذ کی اس قلت کے زمانہ میں کسی دفتر نے انہیں خاطرخواہ طریقہ پر شائع نہیں کیا۔ اس طرح متعلقین امور عامہ کانفرنسوں کی تفصیلی روئدادوں کے مطالعہ سے محروم رہے اور دیہی رعایا کے وہ مسائل جو زیادہ غور و فکر کے محتاج تھے منظر عام پر اچھی طرح نہ آ سکے۔ سال گزشتہ کی کانفرنسوں کے متعلق ہم نے یہ شکایت بھی سنی ہے کہ مندوبین کو کافی تعداد میں مدعو نہیں کیا گیا۔ دستور جدید میں یہ درج ہے کہ ہر کانفرنس میں کم از کم تین سو مندوبین شریک رہیں گے۔ ہماری اطلاع یہ ہے کہ گزشتہ کانفرنسوں میں بعض میں اضلاع شرکا کی اوسط تعداد (۱۰۰) اور (۲۰۰) سو کے درمیان تھی۔ اب جبکہ غذائی مسئلہ و گرانی کی دقتیں اہمیت حاصل کرتی جا رہی ہیں ضرورت ہے کہ ماہ بہمن ہی سے کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اور ان کی تفصیلی روئداد اخبارات کے لئے مہیا کی جائے تاکہ ممالک محروسہ کے باشندے اپنے وطن کے ہر حصہ کے مسائل سے بھی طرح باخبر رہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مولوی سید یوسف علی صاحب اس مسئلہ پر ضروری اور عاجلانہ توجہ مبذول فرمائیں گے۔

طلبائے جامعہ کا ایک واجبی مطالبہ

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے طلباء نے ارباب متعلقہ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی ہے کہ قوت برقی پر تحدید اور روغن گیاس کی کمیابی کی وجہ سے طلبہ کو اپنا مطالعہ جاری رکھنے میں بڑی دقت محسوس ہو رہی ہے۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد جو اقامت خانوں سے باہر شہر میں رہتی ہے ان گراں دقتوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ طلبہ جو صبح اپنے گھروں سے نکلتے ہیں جامعہ کے درسوں سے فارغ ہو کر گھر لوٹنے تک شام ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں طلبہ کو امتحان کی تیاری کے لئے جس قدر وقت درکار ہے روشنی کی قلت کی وجہ سے میسر نہیں آ سکتا۔ جنگ سے پیدا شدہ حالات سے جہاں ملک کے اور طبقے متاثر ہو رہے ہیں وہاں طلبہ کا طبقہ بھی بے حد متاثر ہے۔ ہمارے خیال میں اور طبقوں کے مقابلہ میں طلبہ زیادہ امداد کے مستحق ہیں کیونکہ ملک کی آئندہ فلاح و بہبود اسی طبقہ کی فلاح و بہبود پر منحصر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ طلبہ نے ارباب جامعہ سے یہ استدعا کی ہے کہ وہ حکومت کو روغن گیاس کی مقدار بڑھانے یا برقی روشنی کی اکائیوں میں اضافہ کے لئے توجہ دلائیں یا بہ صورت دیگر اوقات تعلیم میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ طلبہ اپنے گھروں کو جلد پہنچ سکیں اور انہیں مطالعہ کے لئے کافی وقت مل سکے۔ جہاں تک روغن گیاس کی مقدار بڑھانے کا سوال ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بات ارباب جامعہ کے اختیار سے باہر ہے۔ روغن گیاس کی تقسیم کا مسئلہ اس کی مقدار درآمد پر منحصر ہے البتہ اوقات تعلیم میں تبدیلی کی حد تک ارباب جامعہ غور کر سکتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ طلبہ کے اس واجبی مطالبہ پر ہمدردانہ غور کیا جائے گا اور ضرور ایسی صورت نکالی جائے گی جو طلبہ کے لئے سہولت کا باعث ہو۔

قاہرہ میں اتحاد عرب کے جلسے

قاہرہ۔ قسطنطنیہ بن جلیس اسکندریہ میں اتحاد کے متعلق پانچ جلسے منعقد ہوئے اور حسب ذیل امور پر غور و خوض کیا گیا۔

۱۔ بعض غیر سرکاری عربوں نے تجویز پیش کی کہ اتحاد عرب چار ذریعوں سے ممکن ہے۔

ا۔ ممالک عربیہ کے آپس میں بغیر پاسپورٹ سفر کرنے کی اجازت ہو اور کسٹم ڈیوٹی بالکل موقوف کر دی جائے۔

ب۔ تمام عربی ممالک میں صرف ایک ہی سکہ رائج ہو۔

ج۔ تمام عربی ممالک میں ایک قسم کا تعلیم کا نفاذ کیا جائے۔

د۔ عربی حکومتوں کی سیاست ایک مشترک نظام کے ماتحت ہو۔

۲۔ نوری سعید پاشا نے تجویز پیش کی کہ فلسطین، شرق الاردن لبنان اور شام کو ملا کر ایک ملک تسلیم کیا جائے اور متحد ہونے کے بعد ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ جمہوری یا شخصی جس طرح کی حکومت چاہیں تشکیل دیں۔

۳۔ عراق جنگ کے بعد بحر ابیض میں جہاز رانی کے حقوق کا متوقع ہے

۴ نجیب ہلالی پاشا اتحاد عرب کے تمام مباحث میں حصہ لیں گے خواہ انجمن تعاونیہ کی طرف سے یا کسی دوسری انجمن کی طرف سے۔

۵۔ مسئلہ فلسطین کا حل تقسیم فلسطین کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

۶۔ بعض عربی حکومتوں کی خواہش ہے کہ وہ اپنی موجودہ سیاسی حالت کو باقی رکھیں گویا کہ ان کے نزدیک اتحاد عرب ایک روحانی رشتہ سے زائد کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

۷۔ سلطان ابن سعود مسئلہ اتحاد عرب سے کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض مشرقی ارباب سیاست سے گفتگو بھی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی خواہش ہے کہ حکومت نجد و حجاز اس معاملہ میں نمایاں حصہ لے۔

۸۔ خیال کیا جاتا ہے کہ عراق جنگ کے بعد سیاسی نقطۂ نظر سے بہت کچھ حاصل کرے گا۔

۹۔ سعید نوری پاشا نے بتایا کہ وہ ہز ایکسلنسی نحاس پاشا کو عربوں کا لیڈر سمجھتے ہیں۔ بیان جاری رکھتے ہوئے آپ نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ نحاس پاشا موتمر اتحاد عرب کی رہنمائی کریں گے۔ اکثر حکومتوں کی خواہش ہے کہ مسائل عربیہ کے متعلق فیصلہ کن اجلاس قاہرہ میں ہز ایکسلنسی نحاس پاشا کی صدارت میں منعقد ہو۔

۱۰۔ انگریز مسئلہ اتحاد عرب میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور وہ اس کی کامیابی کے منتظر ہیں۔ مسٹر ایڈن نے دار العوام میں کہا کہ حکومت برطانیہ اتحاد عرب کو خوش آمدید کہتی ہے۔

لگان کا باقاعدہ اور منصفانہ تعین

نظم و نسق مالگزاری کو منظم کرنے میں محکمہ پیمائش و بندوبست کی امداد

مندرجہ ذیل مضمون میں محکمہ پیمائش و بندوبست کی سرگرمیوں اور سرگزشت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس سے بخوبی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ نظم و نسق مالگزاری کی تنظیم اور لگان کے باقاعدہ اور منصفانہ تعین میں یہ محکمہ کس قدر امداد کرتا ہے۔ جاگیروں، سمستانوں اور مقطعوں میں اراضیات کی پیمائش اور مالگزاری کے تعین میں جو کامیابی ہوئی ہے اس کا بھی اس مضمون میں ذکر کیا گیا ہے۔

سنہ ۱۲۶۰ ف میں سرسالار جنگ اول وزیر اعظم ہوئے۔ اس وقت لگان مقرر کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ سارے موضع کیلئے ایک مقررہ رقم متعین کر دی جاتی تھی۔ لگان عائد کرنے کا یہ طریقہ اجارہ داری یا سربستی طریقہ وصول مالگزاری کی وجہ سے ناقص ہو گیا تھا۔ سرسالار جنگ نے لگان کے تعین کا یہ طریقہ منسوخ کر دیا اور سنہ ۱۲۸۳ ف (سنہ ۱۸۷۵ء) میں پیمائش و بندوبست کا ایک نیا طریقہ نافذ کیا جو ممالک محروسہ میں اب بھی برقرار ہے اور جسے برطانوی ہند کے ملحقہ صوبوں میں بھی کامیابی کے ساتھ آزمایا گیا ہے۔

سنہ ۱۲۶۰ ف سے سنہ ۱۲۸۳ ف تک کا زمانہ ایک عبوری دور تھا جس میں ملک کے لئے ایک مناسب ترین نظام مہیا کرنے کے لئے متعدد طریقوں کی آزمائش کی گئی اور آخر کار رعیت واری طریقہ اختیار کیا گیا جس کے اصول مسٹر کولاک سمتھ، سر جارج ونگیٹ اور کرنل ڈیوڈسن کی مشترکہ رپورٹ میں بیان کئے گئے ہیں۔

دہقانیوں سے راست تعلق

دکن کے کمشنر مسٹر ایم۔ الفنسٹن کے الفاظ میں ٹھیکہ پر اراضی دینے کے طریقہ کی مسدودی، مقامی طریقہ کے مطابق مالگزاری کا تعین، مقدار لگان کی کمی، اور نئے محاصل عائد کرنے یا معقول محاصل منسوخ کرنے یا نئے طریقے اختیار کرنے سے احتراز اس نظام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

شاذ و نادر مستثنیات کے سوا اس نظام میں زمیندار کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ کاشتکار سے براہ راست تعلق قائم ہے اور وہی مالگزاری ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

تعین مالگزاری کے طریقوں کی سرگزشت

حکومتیں ہمیشہ یہ دعویٰ کرتی رہی ہیں کہ انہیں اراضی سے مالگزاری وصول کرنے کا حق ہے چنانچہ منو کے مرتب کئے ہوئے قوانین میں بھی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ زمین کی پیداوار کا ایک حصہ حکومت کا حق ہوتا ہے۔ قدیم زمانہ میں مالگزاری جنس کی شکل میں وصول کی جاتی تھی اور کاشتکار کے منافع میں حکومت کا یہ جائز حق سمجھا جاتا

تھا۔ مغلوں کے دور حکومت میں نظام مالگزاری میں باقاعدگی اور تنظیم پیدا کی گئی۔ شہنشاہ اکبر اور اس کے قابل وزیر ٹوڈرمل نے ایک بہتر اور مفید طریقہ نافذ کیا جس کے مطابق وصول طلب مقدار کا تعین کیا گیا اور مالگزاری نقدی کی شکل میں وصول کی جانے لگی۔ جب مغل شہنشاہیت کو زوال ہوا تو نظام مالگزاری میں بھی بدنظمی پیدا ہو گئی۔ اراضی ٹھیکہ پر دینے کا طریقہ رائج ہو گیا اور لگان وصول کرنے کا حق عطا ہونے لگا۔ مقامی سردار اور بااثر اشخاص ان حقوق سے مستفید ہونے لگے۔ بنگال اور صوبہ جات متحدہ میں یہ لوگ زمیندار اور گجرات اور دکن میں تعلقدار کہے جاتے تھے۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا یہ تعلقدار اور زمیندار زیادہ بااقتدار ہو گئے اور دہقانوں سے من مانے لگان وصول کرنے لگے۔

برطانوی عہد حکومت

برطانوی عہد حکومت میں پیمائش اور تعین مالگزاری کے مختلف طریقے ہندوستان میں آزمائے گئے۔ لارڈ کارنوالس نے دوامی بندوبست کا طریقہ نافذ کیا اور مذکورہ بالا مشترکہ رپورٹ کے مطابق صوبہ جات بمبئی و مدراس میں رعیت واری طریقہ نافذ کیا گیا۔ رعیت واری طریقہ زمینداری کے خلاف ایک ردعمل ہے اور اس کے مطابق حکومت کاشتکار سے براہ راست معاملت کرتی ہے اور درمیانی شخص کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ طریقہ اختیار کرنے سے ان بدعنوانیوں کا انسداد ہو گیا جو حکومت اور رعایا کے درمیان راست تعلق نہ ہونے کی بناء پر پیدا ہو گئی تھیں۔

رعیت واری طریقہ

رعیت واری طریقہ کے مطابق ہر کھیت کی پیمائش کر کے مالگزاری کا تعین کیا جاتا ہے اور اس کے لئے ہر کھیت کی وسعت اور زمین کی قسم اور نوعیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ محکمہ بندوبست یہ فرائض انجام دیتا ہے۔ تمام اراضیات کی خواہ وہ زیر کاشت ہوں یا نہ ہوں پیمائش کی جاتی ہے انہیں کھیتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور زمین کی قسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی قیمت کا تعین کیا جاتا ہے۔ قیمت کے تعین میں یکسانی برقرار رکھنے کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔ آب و ہوا، بازار سے قربت، باشندوں کی زرعی اہلیت، آب پاشی کی سہولت اور دوسری تمام باتوں کا پوری طرح خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ مرحلہ طے ہونے کے بعد مواضعات کے مجموعے بنائے جاتے ہیں اور گزشتہ سالوں کی تنقیح

بندی کے تخمینوں کا مطالعہ اور مقابلہ کرنے کے بعد مالگزاری کا تعین کیا جاتا ہے۔

حیدرآباد میں بندوبست کا کام

ممالک محروسہ کے تمام علاقوں میں ابتدائی بندوبست اور اکثر تعلقوں میں مکرر بندوبست کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ باقی ماندہ تعلقوں میں بھی مکرر تنقیح جاری ہے۔ ابتدائی بندوبست کی مدت تیس سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور یہ مدت ختم ہونے کے بعد پیمائش جماعتیں مکرر تنقیح کا کام شروع کرتی ہیں تاکہ اس دوران میں جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہوں انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے تازہ معاشی تجربوں کے مطابق جدید بندوبست کا نفاذ کیا جائے۔ ابتدائی دور میں جو تشخیص بندی ہوتی ہے اسے برقرار رکھا جاتا ہے اور کاشتکار اپنی محنت اور سرمایہ سے زمین کو جو ترقی دیتا ہے وہ محصول سے مستثنیٰ رہتی ہے۔ مکرر بندوبست میں زیادہ تر یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ ریلوں، سڑکوں، آب پاشی کے ذخیروں اور تالابوں کی تعمیر، خرید و فروخت کی سہولت اور دوسری قومی تعمیری سرگرمیوں کی بدولت عام معاشی حالت میں کتنی ترقی ہوئی ہے۔

غیر خالصہ علاقوں میں بندوبست کا کام

محکمہ پیمائش و بندوبست نے جاگیروں اور سمستانوں وغیرہ کے مواضعات میں بھی بندوبست کا کام جاری کیا ہے۔ اگرچہ ابھی وسیع غیر خالصہ علاقے ایسے بھی موجود ہیں جہاں پیمائش و بندوبست کا کام ٹھیک طور پر نہیں ہوا ہے تاہم یہ کام مستعدی سے جاری ہے۔

نظم و نسق مالگزاری کی تنظیم میں امداد اور لگان کا باقاعدہ اور منصفانہ تعین محکمہ پیمائش و بندوبست کا فرض ہے اور یہ محکمہ اپنے اس اہم فرض کی انجام دہی میں کوشاں ہے۔

مابعد جنگ تنظیم کے مسائل

از سردار کے۔ ایم پانیکر

(۱)

بہرکیف یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے بہترین دماغ آجکل جس مسئلہ پر غور و فکر میں مصروف ہیں وہ یہ ہے کہ جنگ کے بعد دنیا میں ایک بہتر سماجی، معاشی اور سیاسی نظام نو قائم کیا جائے۔ یہ مسئلہ قومی بھی ہے اور بین الاقوامی بھی۔ ہم یہاں ان سوالات پر غور کریں گے جو ہندوستان پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس امر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جنگ کے بعد بین الاقوامی قوتوں کا اثر زیادہ گہرا اور زیادہ نتیجہ خیز ہوگا۔

موجودہ جنگ سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے ایک بات میں مختلف ہے اس جنگ میں ایشیا بھی فوجی کارروائیوں کا ایک اہم مرکز بن گیا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم ہندوستان پر براہ راست اثر انداز نہیں ہوئی تھی موجودہ جنگ نہ صرف ہندوستان کی سرحدوں تک پہنچ گئی بلکہ ہندوستان مشرقی محاذ کا فی الواقع مرکز بن گیا۔ برما، "ملایا" اور مشرقی جزائر ہند کے عارضی طور پر نکل جانے اور آسٹریلیا اور امریکہ سے راست مواصلات کی دشواریوں کی وجہ سے اس جنگ کا ہندوستان پر ایسا اثر پڑا کہ اس کی معاشی، صنعتی، زرعی اور سماجی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہو رہا ہے۔ اس کی صنعتی صلاحیتوں کو اس قدر ترقی دی گئی جو جنگ سے پہلے ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ فوج کے لئے جنگی اور غیر جنگی شعبوں میں لاکھوں تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بھرتی جنگ کے بعد ہندوستان کی معاشی اور سماجی زندگی پر بڑا اثر ڈالے گی۔

یہ امور جو جنگ کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں اکثر لوگوں کے ذہن میں بے چینی پیدا کر رہے ہیں۔ سماجی اور معاشی توازن کا پیمانہ تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ لہذا اگر ہر ملک کے سوچنے والے دماغ مابعد جنگ تنظیم کے مسائل کو سب سے زیادہ اہمیت دیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔

اختتام جنگ پر ہمارا ملک جن مسائل سے دوچار ہوگا انہیں دو عنوانات کے تحت بحث کی جاسکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اساس جنگ سے اساس امن پر صنعتوں کو لانے میں ماحول سے مطابقت پیدا کرنے کا مسئلہ دوسرا مستقل تنظیم جدید کا مسئلہ تاکہ نئی دنیا میں پیدا ہونے والی دشواریوں سے نپٹ سکیں۔

صنعتوں کو اساس امن پر لانے کا مسئلہ گو عارضی ہے مگر بہت اہم ہے۔ ہماری تمام صنعتیں اغراض جنگ کے لئے منظم کی گئی تھیں۔ کارخانوں کی قوت پیداوار میں بے حد اضافہ کیا گیا مسابقت کی عدم موجودگی، غیر محدود طلب، فرمائشوں کے تسلسل کا فائدہ، پیداوار خام کی بآسانی دستیابی وغیرہ کی وجہ سے ملک کے کارخانے زیادہ از وقت کام کر رہے ہیں اور جس تیزی سے ممکن ہو مال تیار کر رہے ہیں۔ ان کارخانوں کو اساس امن پر لانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جب بازاروں میں پھر مسابقت شروع ہو جائے گی اور آزاد تجارت کا راستہ کھل جائے گا اور پیداوار خام کی دستیابی میں وہ سہولت نہ ہوگی جو دوران جنگ کنٹرول کی وجہ سے حاصل تھی تو صنعتوں کا سنبھلنا مشکل ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ زدہ ممالک کو از سر نو تعمیر کے لئے چند اشیاء کی ضرورت ہوگی جیسے کپڑا، سمنٹ، جوتے وغیرہ مگر ان کی مانگ اتنی نہ ہوگی جتنی دوران جنگ میں تھی۔ دوران جنگ میں جو فرمائشات کی جاتی تھیں وہ بالکلیہ مسدود ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ جو ذخائر حکومت کے گوداموں میں محفوظ ہیں وہ فروخت کے لئے باہر نکالے جائیں گے۔ گرانی آہستہ آہستہ موقوف ہو جائے گی۔ تاوقتیکہ صنعتوں کو اساس جنگ سے اساس امن پر لانے کی منظم تدابیر پر احتیاط کے ساتھ عمل نہ کیا جائے تو ہمارے صنعتی اور مالیاتی نظام کو ایسا دھکا لگے گا جس کا تجربہ کبھی ہندوستان کو نہیں ہوا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فوجیں برخاست ہونے کے بعد بھی اشیاء کی قیمتیں فوراً نہیں گریں گی۔ برما پر دوبارہ قبضہ کے بعد بھی فوراً چاول نہیں ملے گا۔ اگرچہ برما پر جنگی کارروائیوں کی وجہ سے برما میں کاشت ہوسکے تو کم از کم ایک موسم کے لئے ہندوستان کو برما کے لئے غذا مہیا کرنا ہوگا اسی طرح یہ ممکن ہے کہ یورپ کے تباہ شدہ علاقوں خاص کر روس، اٹلی اور فرانس کی تعمیر جدید کی وجہ سے وہ سامان جو ہمیں قرضہ اور پٹہ کے تحت مل رہا تھا نہ مل سکے گا اور ہماری غذا کی دستیابی کا مسئلہ بھی پیچیدہ ہو جائے گا۔ تو ایسے ملک کے ابتدائی تین سال بہت پریشانی کے ہوں گے۔

اس وقت ہندوستان کی صورت حال کیا ہوگی؟ فوجیں سبکدوش ہونے سے بیروزگاری کا ایک اہم مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ جن کارخانوں میں مزدوروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کام کر رہی ہے وہاں ان کی ضرورت نہ ہوگی اور بیروزگاری ایک پریشان کن صورت اختیار کرے گی اس مسئلہ کو حل کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو صنعتیں اساس جنگ پر چل رہی ہیں انہیں اساس امن پر لانے کا طریقہ معین کر لیا جائے اور ہماری ضروریات کی پیداوار کے لئے ان کارخانوں کو اسی پیمانہ پر چلایا جائے جیسے وہ اب چل رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ انگلستان اور امریکہ میں بھی زمانہ امن کی پیداوار پر ترجیح دی جائے گی۔ وہ اولین فرصت میں ہندوستان کے بازاروں کو چند خاص قسم کے مال سے بھر دیں گے اور نہ جرمنی اور جاپان کی صنعتی صلاحیت کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ انہیں اگر فروخت کی اجازت نہیں دی گئی تو وہ خریدنے کے بھی قابل نہیں رہیں گے لندن میں ہندوستان کی اسٹرلنگ سلک جو محفوظ ہے اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کی پیداوار کے لئے ایک مارکٹ ہندوستان ہے۔ اس امر کی ہر طرح کوشش کی جائے گی کہ ہندوستان کے بازاروں میں کافی حصہ انگلستان کی برآمدات کے لئے حاصل رہے۔ امریکہ کی حد تک بھی یہی صورت ہے قرضہ اور پٹہ کے فقرہ (۷) سے مترشح ہوتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت میں کسی قسم کا امتیازی سلوک روا نہ رکھا جائے گا۔

اس سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے یہ ہے کہ صلح اور نظام نو کی تعمیر کے درمیانی وقفہ میں ہندوستان کی معاشی زندگی پر ہیبت ناک دباؤ پڑے گا جو ہمارے تصور سے باہر ہے۔

اس درمیانی زمانہ سے متعلق بہت سے معاشی مسائل قابل غور ہیں۔ ایک اہم سوال جس کو اگر نظر انداز کیا گیا تو آئندہ بہت سی مشکلات کا باعث ہوگا یہ ہے کہ ان متعدد کارخانوں کی ملکیت اور نگرانی کا اختیار کس کو حاصل رہے جو حکومت کی سرپرستی میں صرف وجود میں آئے ہیں اور ہر قوم کی صنعتی زندگی کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر سرمایہ داروں نے ان کارخانوں کی مشنری اور آلات کو اپنے قبضہ میں لانے کی کوشش کی جو قرضہ اور پٹہ کے تحت دستیاب ہوئے ہیں تو اس سے انفرادی سرمایہ داری کو بڑی تقویت پہنچے گی اور جنگ کے بعد صنعتی تنظیم جدید میں بے حد دشواریاں پیدا ہوں گی۔

ایک دوسرا اندیشہ یہ ہے کہ صنعتی ترقی کے جوش اور تنگ نظر جاہلیت کے نتیجہ کے طور پر کئی بے شمار کمپنیاں وجود میں نہ آجائیں۔ گزشتہ جنگ کے بعد جو تجربہ ہوا ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ لیکن یہ توقع رکھنا زیادتی ہوگی کہ عوام کے جوش کو جو افراط زر کی مصنوعی خوشحالی سے پیدا ہوتا ہے ماہرین اور حکومت قابو میں رکھ سکیں گے۔ اس وقت جو کمپنیاں وجود میں آرہی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالیاتی دنیا نے پھر ایک وسیع پیمانہ پر قیاس آرائی سرگرمیوں کے لئے سوچ سمجھ کر تیاریاں کر رہے ہیں۔ اختتام جنگ کے فوراً بعد آنے والے زمانہ میں صنعتی اور مالیاتی نگرانی ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ ہم مالیاتی تباہی سے محفوظ رہیں۔

اگر جنگ کے فوراً بعد کے زمانہ میں ایسے غیر معین امور پیدا ہو جائیں جو تنظیم جدید کو ناقابل عمل بنا دیں تو پھر بھی ہماری زندگی کے بعض مستقل مسائل ایسے ہیں جن کی تنظیم ممکن ہے۔ اس ضمن میں بھی بعض امور ایسے موجود ہیں جو ہندوستان کی حکومت اور ہندوستانی باشندوں کے اختیار سے باہر ہیں اور یہ امور اس واقعہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ہندوستان کو اپنی معاشی، مالیاتی اور کرنسی پالیسی کو تشکیل دینے کی آزادی حاصل نہیں ہے۔

اولاً معاشی میدان میں وہ غیر معین واجبات موجود ہیں جو قرضہ اور پٹہ سے پیدا ہوتے ہیں اگرچہ یہ رقمیں ابھی دین نہیں ہے لیکن جو اسباب اور خدمات فراہم کی گئیں ان کی

(بقیہ صفحہ ۱۱)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

اس ماہ کی اہم خبر یہ ہے کہ معاصر "رعیت" نے سال نو کے موازنہ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

ویول یا میا کسول؟

یہ سوال دشت آرزیل مسر بنواس شاستری نے اپنی ایک کھلی چٹھی میں اٹھایا ہے جو اس لئے کی موسومہ ہے چونکہ حکومت ہند کے وزیر داخلہ سر رچپا لڈ میا کسول کی مدت ملازمت بہت کم باقی رہ گئی ہے اس لئے یہ سوال زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتا ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ لارڈ ویول (weigh well) ملک کے مختلف عناصر کو ٹھیک ٹھیک پر تول کر فیصلہ کریں گے اور اس طرز کی جمہوریت ہندوستان کے سر تھوپیں گے جس کے متعلق اقبال نے کہا تھا۔ ؎

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا

نئی دہلی کی خبر ہے کہ بلوچستان سے بارہ ہزار ٹن چاول برآمد کیا جائے گا جس کا ایک بڑا حصہ دکن کو بھی بھیجا جائے گا۔

حیدرآباد میں بلوچستان سے چاول تو نہیں آتے ضرور آتے ہیں اور یہاں کے چاول کہاں جاتے ہیں۔

مسٹر راجگوپال چاری نے مدراس میں ایک جلسہ عام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"کانگریس نے کبھی بھی آمریت کا استعمال نہیں کیا .... مسلم لیگ یا والیان ریاست کی ضد کی ذمہ داری کانگریس کی آمریت پر عائد نہیں کی جا سکتی"

راجہ جی کی اس تقریر کو پڑھنے کے بعد ہمارے ذہن میں ریاست راجکوٹ میں گاندھی جی کے برت اور سر ماریس گائر کے فیصلہ ثالثی کی یاد تازہ ہو رہی ہے۔

ایک مراسلہ نگار لکھتے ہیں کہ:۔

"جامعہ عثمانیہ کی سلور جوبلی آ پہنچی مگر ہمیں کمال افسوس ہوا کہ ابھی (۲۵) سالہ دور میں جامعہ نے کوئی ایسا سپوت پیدا نہیں کیا

جو کتب خانہ کا اہتمام کر سکے"

جامعہ مصنفین اور مترجمان پیدا کرتی ہے۔ کتابوں کی حفاظت کا کام جامعہ کے فرزندوں کے سپرد کرنا ان کی تخلیقی صلاحیتوں کی توہین ہے حفاظت کتب کا کام تو آثار قدیمہ کے بھی سپرد ہو سکتا ہے۔

مجلس اتحاد المسلمین راتب بندی کو پسند نہیں کرتی۔ (ایک خبر)

مسلمان ناپ تول اور حساب کتاب سے ہمیشہ گھبراتا رہا۔

حیدرآباد اسٹاک ایکسچینج کی افتتاحی تقریب میں سر چینو بھائی، مسز لیتن بی مودی اور برطانوی ہند کے دیگر اکابر تشریف لا رہے ہیں۔ (ایک خبر)

جن سڑکوں پر سے یہ ممتاز مہمان گزریں گے ان کا تعین ابھی سے ہو جانا مناسب ہے۔

"دکن کرانیکل" نے اپنی ایک اشاعت میں مجلس بلدیہ کی کارگزاریوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ مجلس بلدیہ نے نئی سڑکیں تعمیر کیں اور بہت سی سڑکوں پر برقی روشنی کی تنصیب عمل میں لائی گئی۔

مجلس بلدیہ متوفیہ کی کارکردگی اور فرض شناسی کا اس سے زیادہ ثبوت کیا مل سکتا ہے کہ اس نے برقی روشنی کی ترتیب پر (۶) لاکھ روپیے صرف کئے لیکن ایک لاکھ (۲۵) ہزار سالانہ صرفہ کے لئے موازنہ میں گنجائش نہیں رکھی۔ اس طرح محکمہ برقی کو پانچ لاکھ کی رقم ادا شدنی ہے۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ جس طرح معاصر دکن کرانیکل نے بنگال ریلیف فنڈ کھولا ہے اسی طرح اس قرضہ کی ادائی کے لئے ایک برقی فنڈ بھی کھولا جائے۔

جامعہ عثمانیہ کا فن تعمیر۔ (ایک سرخی)

ایک پرانے پاپی کو اس موضوع پر بھی کچھ خامہ فرسائی کرنی چاہئے۔

حیدرآباد کے ایک مشہور ڈاکٹر نے جنہیں عمل جراحی کی مشق چھوڑے ہوئے بارہ سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ انہیں دوبارہ سرجن بنا کر الاونس دیا جائے۔

اگر سرجن بنائے بغیر ڈاکٹر صاحب کو الاونس دیا جائے تو مریضوں اور تیمارداروں کو کوئی عذر نہ ہوگا۔

محکمہ اے آر پی نے ذخائر کی برآمد پر نگرانی کی چوکیوں کو عارضی طور پر برخاست کر دیا ہے۔ (ایک خبر)

ہم تاجران غلہ کو دیوالی کی مبارکباد دیتے ہیں۔

دکن نیوز کی اطلاع ہے کہ روغن گیاس کی راتب بندی کی وجہ سے ان طلبہ کو بہت دقت محسوس ہو رہی ہے جو امتحانات کی تیاری میں مصروف ہیں۔

اگر ایسے طلبہ مستعد پورہ، امیری باولی اور بادشاہی عاشور خانہ وغیرہ جیسے محلوں میں منتقل ہو جائیں تو انہیں روغن گیاس کے حصول میں کوئی دشواری نہ ہوگی یہ اطلاع سماعی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مجلس اتحاد المسلمین کے جلسہ شوریٰ نے بہ غلبہ آرا یہ بھی طے کیا کہ اس سال سالانہ جلسہ نہایت سادگی کے ساتھ منایا جائے اور غیر معمولی تکلفات کا شائبہ تک نہ ہو۔ (ایک خبر)

بعد از خرابی بصرہ خواہد بیدار شد۔ سوال یہ ہے کہ اب تک یہ "غیر معمولی تکلفات" روا کیوں رکھے گئے اور ان تکلفات کے مصارف کا بار کس پر پڑا؟ کیا مجلس کے ارباب حل و عقد کو اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے میں کوئی تکلف ہے

ہندوستان کا جدید ادب ابھی اپنی ابتدائی منزل سے بھی گزرا نہیں۔ (ایک ماہر)

ہندوستان کا جدید ادب جس منزل میں ہے اس کو اقبال نے یوں بیان کیا تھا:۔

؎ ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

سہ دولی کانفرنس ماسکو

اتحاد ثلاثہ کی تدبیریں

ماسکو ۲۰ اکتوبر۔ سہ دولی کانفرنس کا آج آٹھواں دن ہے۔ ایک نامہ نگار نے کہا کہ ان مباحث سے منسلک ہر شخص دیانداری سے خوش فہمیوں کے اور غیر ضروری رجائیت کے خلاف لڑ رہا ہے اسی بنا پر انتہائی تشفی بخش ترقی کے الفاظ بے موقع اور بے سمجھے بوجھے نہیں استعمال کئے گئے۔ سارے نمائندے مساوی تعاون کے رجحان کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ کہنا انتہائی غیر صحیح ہوگا کہ ممالک متحدہ امریکہ، برطانیہ اور روس کے درمیان پڑ رہے ہیں اور برطانیہ اس امر کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ اختلافات مٹا دے جو امریکہ اور سوویٹ روس کے درمیان ہیں اس فضا کا حوالہ دیتے ہوئے جس میں کانفرنس ہو رہی ہے وہ کہتا ہے کہ سارے نمائندوں کی جانب سے بظاہر علامت ہے کہ وہ سمجھوتہ کے لئے برابر کا تعاون کر رہے ہیں جس سے سب کو فائدہ حاصل ہوگا۔ تینوں قوتیں اس عملی تعاون کی مشکور ہیں جو ہیرو روم میں دکھایا گیا۔ ایسی ہی علامات پائی جاتی ہیں کہ ایسا ہی تعاون ایک دیرپا اور مستقل بنیاد پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔

جنگ و مزدور طبقہ کی تنقید

ماسکو ۲۳ اکتوبر۔ مباحث ماسکو کی اہمیت کو پہلی مرتبہ سوویٹ پریس میں مقالہ کے ذریعہ بتایا گیا جب کہ "جنگ اور مزدور طبقہ" نے اعلان کیا کہ اس کے اہم کام کی تکمیل سے طوالت جنگ سے متعلق نازی ارادوں پر پانی پھر گیا۔ جنگ کے نقطہ نظر سے اس کی مدت میں کمی کرنے کے لئے اتحادی کارروائیاں غیر تشفی بخش ہیں۔

اخبار مذکور اس کانفرنس کا ایک اور فرض یہ بتایا کہ ضروری جنگی مساعی اور مابعد جنگ مسائل جو طلب درپیش ہیں۔ ان کے حل میں اتحادی ممالک میں منضبط کام کی بنیاد میں اتحاد و تعاون پیدا کرتا ہے سوویٹ یونین اور برطانیہ عظمیٰ میں تعاون و دوستی کے لئے سوویٹ برطانوی معاہدہ ہے۔ جس سے سیاسی تجربات کے لئے کام لینا چاہئے اور اسے سوویٹ و برطانیہ میں تعاون کی بنیادوں کو گہرا اور مضبوط کرنا چاہئے۔ سوویٹ یونین اور امریکہ میں اب تک ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہے اور اسی طرح برطانیہ اور امریکہ میں بھی نہیں۔ لیکن سوویٹ یونین اور سمندر پار کی عظیم جمہوریت میں قائم شدہ تعلقات ترقی پر ہیں۔

تعاون میں مزید ترقی کا انحصار جو سوویٹ یونین، برطانیہ اور امریکہ میں ہونے والے انتہائی اہم مباحث پر ہے۔ وہ آگے چل کر لکھتا ہے کہ ایسا تعاون نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی زندگی میں بھی انقلاب لا سکتا ہے۔

اس کانفرنس میں دلچسپی اپنے پورے معنوں کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن تفصیلات سے متعلق رازداری سے غلط فہمی نہ ہونی چاہئے کہ پہلے کی طرح کچھ خفیہ سازش ہو رہی ہے۔ اب کوئی پوشیدہ سازش نہیں ہو سکتی۔ (رائٹر)

نگرانی نرخ کی ضرورت

دیوان ٹراونکور کا صحافتی بیان

ٹرونڈرم ۲۵ر اکتوبر۔ سر سی پی راماسوامی ایر دیوان ٹراونکور دہلی میں ایک صحافتی کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:۔

"اگرچہ کہ بنگال کی ضروریات عظیم ہیں لیکن ٹراونکور کی ضروریات اس سے کچھ کم بڑی نہیں ہیں اور کوچین کی ضروریات تو اس سے بھی زیادہ ہیں"۔

بنگال اجناس خوراک کی ضروریات کا ۹۰ فیصد خود پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس ٹراونکور اور کوچین کی پیداوار بزمانہ امن اس کی ضروریات کے (۳۳) فیصد سے بھی کم ہے۔ لیکن یہ ریاستیں ربر، چائے اور کافی کی پیداوار پر اپنی توجہ مرکوز کر رہی ہیں اور اس طرح مساعی جنگ میں حصہ لے رہی ہیں۔ اغذیہ کی فراہمی سے اس کا معاوضہ دیا جانا چاہئے۔

دیوان موصوف نے نگرانی نرخ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر ٹراونکور اور کوچین پر بھی مساوی توجہ مبذول کی گئی تو ان کے لئے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ عوام کی خوش مزاجی یا مسلسل تحمل کی ذمہ داری قبول کریں۔

موصوف نے اس پر زور دیا کہ نگرانی نرخ کی ایک ہمہ گیر پالیسی اختیار کی جائے اس طرح کہ پورے ہندوستان میں قیمتیں مساوی ہوں۔ اس مقصد کے لئے ہندوستان کو ایک کامل وحدت تصور کرنا چاہئے۔ اور صوبے، ریاستوں اور مرکز کو ایک دوسرے سے تعاون اور اتحاد عمل کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ موصوف کے خیال میں جب عوام فاقہ زدہ ہوں تو سیاسی وحدت کا مسئلہ پس پشت پڑ جاتا ہے۔

دیوان موصوف نے یہ واضح کیا کہ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ مرکزی طور پر غذا حاصل کی جائے مرکزی منصفانہ اور مناسب طور پر غذا کی تقسیم کی جائے۔ یہ ایک عجیب ستم ظریفی ہے کہ ٹراونکور کی ضروریات بلوچستان اور کشمیر جیسے دور دراز ممالک سے پوری کی جائیں۔

(ا۔ پ)

ہندوستان کا قحط

لندن ٹائمز میں وظیفہ یاب عہدہ داروں کا مکتوب

مسئلہ تقسیم کا نہیں بلکہ درآمدات کا ہے

لندن ۲۰ر اکتوبر۔ آج لندن ٹائمز کے نام ایک خط میں انڈین سیول سروس کے (۲) وظیفہ یاب ارکان مسٹر ماکلم ڈارلنگ اور مسٹر آر۔ اے ولسن نے دریافت کیا کہ آیا اس ملک (برطانیہ) میں قحط بنگال کے حقائق کو صحیح طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

متذکرہ صدر خط میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر روز سیکڑوں ہندوستانی جن کی مرفہ الحالی کا یہ ملک بڑی حد تک ذمہ دار ہے فاقہ کی وجہ موت کا شکار ہو رہے ہیں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ بہتر تقسیم اغذیہ خواہ کتنا ہی سود مند ثابت ہو لیکن یہ صورت حال کا یہ حل ہو سکتا۔ اگر اس کا کوئی حل ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ قابل لحاظ مقداروں میں اجناس خوراک درآمد کی جائیں۔ اسی نکتہ پر اس ملک کی ذمہ داری متاثر ہوتی ہے"۔

یہ سوال کرتے ہوئے کہ آیا ہر ممکن تدبیر اختیار کی جا رہی ہے اس مکتوب میں کہا گیا ہے کہ اگر اجناس خوراک کی پالیسی معین کرنے والی کمیٹی نے (۱۰ لاکھ ۵۰) ہزار ٹن اجناس خوراک درآمد کرنے کی سفارش کی ہے تو یہ بالکل اغلب ہے کہ قیمتوں کی سطح موجودہ ناممکن طبقہ سے گر جائے گی اور موجودہ منتظم گورنر بنگال کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے گا "جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ موصوف نے ۲۰ر اکتوبر کو اپنی نشری تقریر میں کہا تھا کہ اب تک حکومت اس قدر رسدات حاصل نہ کر سکی کہ ضابطہ قحط کی دفعہ بندی کا نفاذ کیا جائے۔

جہازوں کی فراہمی کا مسئلہ بلاشک و شبہ ترجیح و تقدم کا مسئلہ ہے۔ اور اس پر بھی اشخاص فیصلہ صادر کر سکتے ہیں جن کو ضروری معلومات حاصل ہیں لیکن کم از کم اس قدر تو اہم ہے کہ اس ملک میں جو بھی فیصلہ کیا جائے وہ تمام حقائق کی صحیح نمائندگی پر مبنی ہو۔ بعض حقائق مثلاً پورے قحط زدہ رقبہ میں شرح اموات کے بارے میں کوئی صحیح علم نہیں ہے۔

میانچسٹر گارجین میں ایک سابق عہدہ دار کا خط

آج میانچسٹر گارجین میں قحط ہند پر ایک مکتوب شائع کیا گیا ہے جو سابق سیول سرونٹ کا لکھا ہوا ہے یہ مضمون نگار رقمطراز ہے کہ:۔

" تاجروں کی نفع اندوزی صورت حال کو شدید تر بنانے میں محض ایک معمولی عامل ہے۔ قحط کی اہم

بقیہ سلسلہ صفحہ [illegible]

سنگم

ہندو مسلم اتحاد کی ایک نئی راہ

{دہلی میں مسٹر پرم آنند نائیڈو میاں فرزند مسز سروجنی نائیڈو کی ایک تقریر کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جو نشرگاہ حیدرآباد سے نشر کی گئی}

ہندوستان ایک وسیع اور قدیم ملک ہے جس نے تاریخ کے کئی بدلتے ہوئے دور دیکھے ہیں۔ اور اس دوران میں کئی قوموں نے اسے اپنا وطن بنایا۔ اور اس طرح مختلف نسلیں ایک دوسرے میں گھل مل گئیں۔ ہندوستان کے باشندوں کو مل جل کر زندگی بسر کرنے کے غیر معمولی موقع حاصل رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ رہی کہ ان کا وطن قدرت کا ایک بڑا تجربہ خانہ تھا جہاں انہیں مختلف نسلوں کے خونی رشتوں اور ان کے مختلف خیالات کو اچھی طرح سمجھنے بوجھنے کا موقع ملتا رہا۔

کسی ملک کی مختلف قوموں کو ایک دوسرے سے متحد کرنے کا مسئلہ بہت سخت اور مشکل ہے۔ لیکن ہندوستان میں ایک ایسا ملک تھا جس نے نسلی اختلافات کے باوجود مل جل کر زندگی گزارنے کے طریقوں کا حل نکال لیا تھا اور اب بھی موقع ہے کہ ان کو اپنے دیرینہ تمدن کی امتیازی خصوصیات کو کام میں لا کر دنیا کے سامنے ایک سچی عالمی ہمدردی کی مثال قائم کر دے۔

میں سب سے پہلے ہندو مت کا ایک مختصر خاکہ پیش کروں گا ویدک آریوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کا مذہب دائمی اور تمام انسانوں کے لئے سچا ہے کیونکہ وہ انسان اور اس کے خالق کے باہمی تعلقات کا تعین کرتا ہے۔ اس بنیادی خیال کے تحت اسے بجا طور پر انسانوں کا مذہب کہا جا سکتا ہے۔ یوں تو کئی فلسفی پیدا ہوئے۔ اور عبادت کے مختلف طریقے بنے اور بگڑے لیکن یہ سب کے سب اصل ویدک مذہب کی ترقی یافتہ شکلیں تھیں جو وقتی حالات کے تحت مختلف مکاتب فکر اور مختلف انسانی ذہنیتوں کے باعث بنے۔ کسی تنگ نظر عقیدے کو ہندو مت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ خیالات کی لچک اور وسعت نظری اس مذہب کی روح ہے۔

ویدوں کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ انسان کی سب سے پہلی تصنیف ہے اس کے بعد برہمنا منظر عام پر آئے اور ان برہمنوں کے بعد اپنشد کا وجود عمل میں آیا جو رفتہ رفتہ ہندو فلسفہ کی چھ شاخوں میں بٹ گئے اور جن سے مشہور مستشرق میکس مولر نے مغرب کو روشناس کرایا۔ ہندو فلسفہ کی یہ تمام شاخیں عقلیت کی بنیادوں پر پھیلیں۔ ان مکاتب خیال میں ایک سانکھیا کہلاتا ہے۔ خدا کے جسمانی وجود کے عقیدہ کا قائل نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس مکتب خیال کے پیروؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا اور دوسری غیر مادی چیزوں کی ہستی کا علم تو ہمیں ہے اور نہ ہی کبھی ہو گا۔ اس فلسفہ کی جھلک بدھ مت میں نظر آتی ہے جس نے سانکھیا والوں سے ایک قدم آگے بڑھ کر ویدوں کو بھی غیر معتبر قرار دیا۔ پھر بھی بدھ مت نے ہندو مت کی زندگی بخش خصوصیت کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے اور چند صدیوں کے بعد خود بدھا کو بھی خدا کا ایک اوتار تسلیم کر لیا گیا اور ایک جگہ بدھا کو اس طرح یاد کیا گیا ہے۔ "تم نے ویدوں کو غلط قرار دیتے ہوئے بھینٹ چڑھائے جانے والے جانوروں کے خون ناحق کو محفوظ کیا۔ اے بدھا اوتار تیری عظمت اور بلندی ہو۔"

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس زمانہ کے نامور مسلم مفکرین ہندو مت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ میں دو مشہور مسلمانوں کا حوالہ دوں گا۔ جیسے البیرونی ہیں جو گیارھویں صدی میں محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ اور دوسرے دربار اکبری کے مشہور رتن ابوالفضل ہیں۔

بتان جلی۔ سانکھیا اور گیتا کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی نے لکھا ہے۔ "یہی وہ چیزیں ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم یافتہ جماعت کا خدا کے بارے میں کیا عقیدہ ہے وہ خدا کو ایشور کہتے ہیں جس سے ان کی مراد غنی اور بے نیاز ہے اور وہ ایک ایسا وجود ہے جو سب کو دیتا ہے لیکن کسی سے کچھ نہیں چاہتا۔ خدا کی وحدت کو مطلق اور اس کے وجود کو حقیقی سمجھا جاتا ہے۔ ان تعلیم یافتہ لوگوں کا یہی عقیدہ تھا کہ خدا رب کائنات ہے۔"

شہنشاہ اکبر کے مشہور رتن اور انسان دوست مورخ ابوالفضل کے اس پیام سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعصب کا روگ دور ہو سکتا ہے۔ اس نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ۔ "ہندوؤں کے بارے میں عام رائے یہ ہے کہ وہ کئی خداؤں کے معتقد ہیں صحیح نہیں۔ اگرچہ ان کے بعض مذہبی اصولوں میں ایسے خیالات ملتے ہیں جن کی تردید کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ وہ خدا اور صرف ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اگرچہ مورتوں کی بھی ان کے پاس کافی عزت ہے۔ پھر بھی وہ خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں ہندو کسی طرح بت پرست نہیں ہیں جیسے کہ ناواقف لوگوں کا خیال ہے۔"

اب ہم ایک اور بڑے مذہب اسلام کا ذکر کریں گے جس کی تعلیم پیغمبر عرب نے دی تھی (خدا کی ان پر سلامتی ہو) اور سکھایا تھا کہ مشیت ایزدی کو اپنی وقدیر سمجھو اسلام کے متعلق کچھ کہنے سے پہلے میں ان ممتاز عالموں اور فلسفیوں کے خیالات سناؤں گا جنہوں نے پیغمبر عرب سے اپنی گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ "ناس کارلائل نے یوں لکھا ہے کہ۔ "ہندوستان عرب اور ان کے پیغمبر حضرت محمد صلعم جو غیر معروف تھا حضرت محمد کے ایک ستارہ کی طرح چمکایا اور اسی تاریک سرزمین سے ایک ایسی روشنی پیدا ہوئی جو دہلی سے غرناطہ تک پھیل گئی۔ میرا یہ خیال ہے کہ وہ بزرگ وجود بجلی کی ایک ایسی جھلک تھی جس نے ساری دنیا کی سیاہی دور کر دی۔"

اس صدی کے سب سے بڑے آدمی مہاتما گاندھی نے اسلام کے بارے میں اپنے خیالات ان الفاظ میں ظاہر کئے ہیں۔ "جب مغرب میں تاریکی چھائی ہوئی تھی اس وقت مشرق کے ایک گوشہ میں ایک روشن ستارہ طلوع ہوا تھا اس سے کراہتی ہوئی دنیا کو زندگی بخشی۔ ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ احترام کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کریں وہ بھی ضرور میری طرح اسلام سے محبت کرنے لگیں گے۔" مہاتما گاندھی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے پورا یقین ہو گیا کہ اس زمانہ میں اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ پیغمبر اسلام کی سادگی نفس کشی لوگوں کے حقوق کی پاسداری دوستوں اور عقیدت مندوں اور اپنے پیروؤں کے ساتھ ان کی خوش سلوکی عالی ہمتی خدا کی ذات پر بھروسہ اور اپنی تحریک کی کامیابی پر خدا پر کامل بھروسے نے ساری دنیا کو متاثر کیا اور یہی وہ اخلاقی ہتھیار تھے جن کے بنا پر اسلام پھیلا۔"

انسانی ذہن پر حضرت محمد صلعم کی بہت گہری نظر تھی یہی وجہ ہوئی کہ ان کا مذہب اس تیزی کے ساتھ دنیا پر چھا گیا لوگوں کو ایک ایسے مذہب کی تلاش تھی جو انہیں روحانی زندگی میں سکون اور سماجی زندگی میں مساوات قائم کئے کے اصول بتا سکے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر جگہ اسلام کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا۔ انسانی کائنات نہایت بسیط اور وسیع ہے۔ ایسی ہی وسعت نظری مقدس قرآن میں نظر آتی ہے۔ جس نے مختلف مذہبی کتابوں کو تسلیم کرتے ہوئے ہر مذہب سے رواداری برتی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ انسانی مذہب ارتقائی منزلوں میں گزرتا رہا ہے اور اس کے مختلف پہلو مختلف زمانوں میں اجاگر کئے گئے ہیں۔

مذہب مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر مختلف پیغمبروں کے ذریعہ پھیلا۔ انسان کو ایک مذہبی تخیل دیا گیا ہے۔ ایسے کسی تخیل سے اسلام کوئی تعلق نہیں رکھتا دوسرے الفاظ میں اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔ ہندو مت کی یہی خصوصیت ہے کہ فلسفہ کو عالمی نکتہ نگاہ سے دیکھنے اور نیا تجربہ کرنے کے سارے راستے صاف اور کھلے ہوئے ہیں کیونکہ ہندو مذہب نے یہ تعلیم دی ہے کہ تم اپنے ہمسایہ کی ایسی ہی عزت کرو جیسے کہ تمہیں اپنی ذات سے ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کو یہی تعلیم دی گئی تھی کہ وہ دوسری قوموں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں جیسا کہ حضرت محمد صلعم نے اسلام کے پیروؤں کو یہ حکم سنایا کہ "تم سے یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے ہمسایوں کے ساتھ محبت سے پیش آؤ" مقدس قرآن نے خدا کو امن اور سلامتی کا منبع بتایا۔ قرآن نے ملک گیری کے لئے جنگ و جدال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ صرف منافقوں سے جنگ کی گئی

اسلام کو ان کے سخت سے بچایا جائے۔ قرآن نے یہ اصول بھی مقرر کیا کہ دوران جنگ میں عورتوں، بچوں، بڈھوں، درویشوں اور شہری آبادی پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہ توڑا جائے۔ اسلامی فوجوں کو یہ حکم دیا گیا کہ گرجاؤں اور آتش کدوں کی بھی ویسی ہی حفاظت کریں جیسی کہ وہ مسجدوں کی کر سکتے ہیں۔"

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق نے اسلامی فوجوں کو جو بار بار حکم سنایا تھا وہ یہ ہے۔ "انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دو ظالم کبھی پھلتا پھولتا نہیں۔ بہادر بنو کیونکہ بزدل کی زندگی سے بہادرانہ موت اچھی ہے۔ رحم سے کام لو۔ بڈھوں، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو۔ میوے کے درختوں، فصلوں اور مویشیوں کو تباہ نہ کرو۔ دشمن سے بھی اپنا وعدہ ایفا کرو۔ تارک الدنیا لوگوں کی ہنسی نہ اڑاؤ۔"

حضرت محمد صلعم کے اس برتاؤ کا ہی جو تمام نوع انسان کے ساتھ تھا بیان پورا کر کے ختم نہ ہوگا۔ آپ ہمیشہ رواداری برتتے تھے اور سارے مذہبی مسئلوں میں آزادی ضمیر کو پسند فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد صلعم نے نجران کے عیسائیوں کے نام جو خط روانہ فرمایا تھا اس سے آپ کی رواداری اور منصفانہ طرز عمل پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے "نجران اور اس کے آس پاس کے علاقہ کے عیسائی خدا کی امان میں ہیں اور خدا کا پیغمبر ان کی جان مذہب اور مال کی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے ان کے مذہبی کام کاج میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کے فرائض کی یا اس تکمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوگی۔ کسی اسقف کو اس کے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ سارے راہب اپنی اپنی خانقاہوں میں رہیں گے اور کسی پادری کو اس کے کام سے نہیں روکا جائے گا۔ عیسائی باشندوں کو اب تک جس قدر مراعات حاصل تھیں اب بھی باقی رہیں گی۔ کسی مورت یا صلیب کو تباہ نہ کیا جائے گا۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کریں گے اور نہ ہی ظلم کرنے کی اجازت دیں گے۔ مذہبی جماعتوں پر یہ لازم ہوگا کہ وہ زمانہ جاہلیت کے امن شکن اصولوں پر عمل نہ کریں۔ عشر عاید نہ کیا جائے اور نہ ہی فوجوں کے لئے رسدی سامان ان سے طلب کیا جائے۔" ایسی ہی ان رعایتوں سے جو دوسرے فرقوں کو عطا کی گئی تھیں حضرت پیغمبر صلعم کی دوسرے مذاہب سے مشتاق مدبرانہ حکمت عملی کا مزید ثبوت ملتا ہے اور یہ یقین کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ حضرت محمد صلعم نے اپنے مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلانے کی عملی طور پر مخالفت کی ہے۔ اسلام میں جو جاذبیت پائی جاتی ہے اس کی وجہ انسانی برادری کا نظریہ ہے۔ اسلام نے عالمی تمدن کی تعمیر میں بڑا حصہ لیا ہے اور دنیا کی تہذیب کے مختلف پہلوؤں پر بڑا اثر ڈالا ہے۔

ایک ہی زبان جب فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے تو وہ اردو کہلاتی ہے اور جب ناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے تو اسے ہندی کہتے ہیں۔ اردو زبان میں زیادہ تر عربی اور فارسی کے الفاظ ہیں اور ہندی میں سنسکرت اور بھاشا کے الفاظ کی کثرت ہے۔ لیکن افعال اور بہت سے اسماء مشترک طور پر موجود ہیں۔ اس طرح ہندوستانی ایک ایسی زبان ہے جو عام طور پر شمال کی طرف بولی جاتی ہے جو بعض اوقات اور بعض موقعوں پر ہندی کے جامہ میں نظر آتی ہے۔ آپ کو اس سے اردو زبان کی ابتدا کا سبب معلوم ہو جائے گا۔ اس کے وجود کا مقصد یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان کے لئے ایک مشترکہ زبان پیدا ہو۔ اس لئے ہندوستانی کو کسی اسلامی ملک کی زبان نہیں کہا جا سکتا۔"

شہنشاہ اورنگ زیب کے دور میں بھی جس کے بارہ میں لوگوں کو بہت زیادہ غلط فہمیاں ہیں رواداری کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ اس کے دربار میں بہت سے ہندو منصبدار تھے۔ ان میں مہاراجہ جسونت سنگھ اور راجہ جے سنگھ کو صوبہ داری جیسے بڑے عہدوں پر مقرر کیا گیا تھا اور انہیں اکثر مہمات میں ذمہ دار بنا کر بھیجا گیا۔ رگھوناتھ اورنگ زیب کے پاس مالیہ کا رکن تھا اسی طرح سیواجی کے پاس بھی بہت سے اہم جنرل مسلمان تھے۔ جیسے امیر بحر سدی مصائیل مست اور دولت خان اس کے مشہور کمان دار سدی ہلالات اور منتی ان تھے۔ سیواجی کے پاس ایک چھوٹی مسلمان سپارہ فوج تھی جس پر اسے کافی اعتماد تھا اور وہ نازک موقعوں پر ان سے کام لیتا تھا۔

خوش قسمتی کی بات ہے کہ موجودہ زمانہ کے ماہرین تعلیم اور رائے عامہ رکھنے والے لیڈروں نے بھی فرقہ وارانہ مسئلہ کو اپنی ثقافتی کانفرنسوں اور جامعات کے جلسوں تقسیم اسناد کے خطبات میں موضوع بحث بنایا۔ اس اہم مسئلہ کو تعلیمی اداروں کی حدود میں تسلیم کرنا اس خوش خبری کا پیش پیام ہے کہ مستقبل قریب میں اس قسم کا تعلیمی پروگرام شروع کیا جائے گا کیونکہ اگر واقعی ہمارے ملک کو آگے بڑھنا ہے تو ہمیں تعلیم میں مشترکہ مفاد کا راستہ بنانا ہوگا جو زندگی کی حقیقتوں پر نظر رکھتے ہوئے اس تعلیم کو عملی جامہ پہنا کر ہم تمدنی وقار بڑھا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کہتے ہیں کہ ملک کا ایک بڑا مقصد فرقہ وارانہ بدگمانی کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ موصوف نے بتایا ہے کہ فرقہ واری بدگمانی کا مسئلہ ماہرین تعلیم کی پہلی توجہ کا محتاج ہے یا ایک ایسا مسئلہ ہے جسے غلط سیاسی کاری نے جنم دیا اور جس کا سلجھا ہوا حل صرف علم ہی نکال سکتا ہے۔ رائٹ آنریبل مسٹر تیج بہادر سپرو نے بالکل ٹھیک کہا ہے سیاست ہی فرقوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ اور تمدن ہی ایک ایسا واسطہ ہے جو قوموں کے درمیان اتحاد قائم کرتا ہے اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غلط سیاسیات اور معاشی مفاد اس کا قدم فرقہ وارانہ کشمکش پیدا کرتا ہے۔ اکثر و بیشتر اس بات کا دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ بالکلیہ معاشی مسئلہ ہے اور اس موجودہ رجحان کی وجہ بتلائی جاتی ہے کہ لوگ انسانی زندگی کو تاریخ سے الگ کر کے معاشی بنیادوں پر سوچتے ہیں۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اس کے تمدن کو جس نے قرون وسطی کے ہندوستانی تمدن کی تعمیر میں شاندار حصہ لیا اور جس نے ہندوستان پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ شایان شان مقام نہیں ملا یہی اصل سبب ہے جس نے ہندوستان کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کرنے کے خیال کو آگے بڑھایا۔ اس کشمکش کے برخلاف ضرورت ہے کہ دونوں قوموں کو نظریاتی کی صداقت کا علم کرایا جائے۔ اور دونوں قوموں کا ہر فرد اپنے دل کی گہرائیوں میں اس کی توقیر کو پوری طرح پروان چڑھنے کا موقع دینے لگے۔

سر رشید ناتھ آنجہانی نے اس بنیادی خیال کی طرف مختلف موقعوں پر ہمیں متوجہ کیا۔ ہندو مسلم اتحاد کے سلسلہ میں آپ نے جو پیام دیا تھا وہ یہ ہے کہ "پٹھانوں اور مغلوں کے ہندوستان میں ہندو مسلم تمدن ایک دوسرے میں سمویا گیا تھا اور سولہویں سترھویں صدی عیسوی کی تحریکی مذہبی تحریکوں نے یہاں کی آرٹ سماجی تنظیم نظم ونسق اور قانون پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس قدر یکجہتی پیدا ہو گئی تھی کہ ہندوستانی اسلامی تمدن نے جو اپنے اندر لچک رکھتا تھا ہندوستانی قالب پہن لیا اور اسی طرح کٹر ہندو عقیدوں نے برہمنوں کی خود ساختہ جکڑوں سے اپنا دامن چھڑا کر اتحاد کا راگ الاپنا شروع کیا۔

انسان کو بحیثیت انسان ہونے کے ایک دوسرے کا احترام اور بنی نوع انسان کی بہبودی کا جو بنیادی اصول ہندو مت اور اسلام نے سکھایا ہے وہی ان دونوں قوموں کو ایک دوسرے سے ملا سکتے ہیں۔

ہماری فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اتحاد کے لئے نئی تحقیق یا ریسرچ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم اپنے پچھلے واقعات پر دوبارہ غور کر کے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مسئلہ کا عملی حل دریافت کر سکتے ہیں۔ ملک کے اس روگ کو دور کرنے کا واحد علاج یہ ہے کہ ہندو مت اور اسلام کے مشترکہ تخیل یعنی انسانی برادری کے نصب العین کو آشکار کر دیا جائے۔

اس مبارک مقصد کے آنے سے پہلے ہمیں دیانت داری اور پرخلوص طریقہ پر اپنا کام جاری رکھنا چاہئے مشکلات اور رکاوٹیں کسی نیک طریقہ سے دور نہیں ہو سکتیں بلکہ زندگی کے نصب العین کے حصول کے لئے ہماری قربانی دینا پڑتی ہے اس لئے ہم کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے قربانی اور ایثار سے کام لینا ہوگا۔ آخر میں پروفیسر رادھا کرشن کا قول دہراؤں گا جنہوں نے بتایا ہے کہ "جب تک ہم اپنی ذہنیتوں کی دوبارہ تعمیر نہ کریں۔ ہندوستان جدید تشکیل نہیں کی جا سکتی۔ بہادر کا یہ شیوہ نہیں کہ مشکل مسائل تقدیر پر چھوڑ دئے جائیں بلکہ سوچ سمجھ کر نہایت مستعدی سے ان کا حل نکالا جائے۔"

کسانوں کی امداد

سررشتہ جنگلات کی ایک اسکیم

حیدرآباد ۲۰ آذر۔ معلوم ہوا ہے کہ محکمہ جنگلات سرکارعالی نے دیہی اصلاح و ترقی کے متعلق اپنی مساعی کو آگے بڑھاتے ہوئے غریب کسانوں کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے ایک وسیع اسکیم مرتب کی ہے جس کے تحت تختے کاٹنے کے بعد بچی ہوئی لکڑی کو مختلف قسم کی گھریلو چیزیں تیار کرنے کے لئے کسانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی انتظام کیا گیا ہے کہ مجالس اتحاد باہمی اور دوسرے ایسے اداروں میں لکڑی کے تختے وغیرہ تقسیم کئے جائیں۔ جو تعمیری اصلاح کے کاموں میں مصروف ہیں۔

محکمہ جنگلات کی دیگر تعمیری سرگرمیوں میں لاک کی کاشت صبر لگانے کے موم کی تیاری اور بعض طبی اہمیت رکھنے والے پودوں کی کاشت شامل ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ جنگلات کی جانب سے بعض جڑی بوٹیوں کے طبی خواص کے متعلق تحقیقات کی جارہی ہے۔ وغیرہ محکمہ کے قائم کردہ صنعتی اداروں میں کتھا، سرش، نباتی رنگ اور دیگر اشیاء بھی تیار کی جارہی ہیں مزید معلوم ہوا ہے کہ محکمہ جنگلات کی جانب سے دیہی مدارس کی باز نگاہوں میں نصب کرنے کے لئے لوہے کے بجائے لکڑی کی چیزوں کی تیاری کی غرض سے لکڑی بھی فراہم کی جارہی ہے۔ کیونکہ لوہے کی قیمت میں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے آہنی اشیاء نہایت گراں ہوگئی ہیں۔ (یونائٹیڈ پریس)

ہندوستان کا قحط

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

وجہ تو یہ ہے کہ کاشت کاروں کو ہندوستان کی غذائی رسدات پر کوئی اعتماد نہیں ہے اور اسی لئے وہ ذخیرہ بندی کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ بد اعتمادی غیر معقول نہیں ہے ہندوستان میں صرف اس قدر پیداوار ہوتی جاتی ہے جو معمولی حالات میں بھی اہل ہند کے لئے کافی نہیں ہوتی اور حالات جنگ میں نقل و ارسال کی سہولتوں پر خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

(رائٹر)

اٹلی کا سقوط اور ترکی

بقیہ سلسلہ صفحہ (اوّل)

مستقبل کی تشکیل میں حصہ لینا نہیں چاہتا۔ ان امور کا انحصار واقعات کی رفتار پر ہے۔ اٹلی کے سقوط کی وجہ سے بلقان کی سیاسی صورت حال غیر یقینی ہوگئی ہے اور انقرہ محاذ جنگ پر نظر جمائے ہوئے ہے کیونکہ فیصلہ کن عنصر یہی ہے۔

(لیونارڈ کرشین)

اُردو نیوز ایجنسی

حیدرآباد دکن جہاں اور بہت سے امتیازات کا مالک ہے اُسے یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ ہندوستان بھر میں دیسی زبانوں کی خبر رساں ایجنسی صرف حیدرآباد ہی میں قائم ہے۔ ہمارا مطلب اُردو نیوز ایجنسی سے ہے ہم کو یہ معلوم کرکے بہت مسرت ہوئی کہ یہ ایجنسی اُردو نیوز سروس سے متعلق ایک بلیٹن شائع کرنا چاہتی ہے یہ ایک قسم کی نئی اشاعت ہے اور امید کی جاتی ہے کہ حکام متعلق جلد سے جلد ضابطے کی کارروائی ختم کرکے اس کی اشاعت کی اجازت عطا فرمائیں گے۔

ہماری زبان

اشتہار

سرخورشید جاہ
نواب لطف الدولہ مرحوم مغفور
از محکمہ عدالت دیوانی ضلع گنجوٹی علاقہ
پائیگاہ خاص

نمبر مقدمہ ۴۶ سنہ ۱۳۵۳ ف
باجلاس مولوی سید محمد غوث الدین حسینی
ناظم عدالت دیوانی ضلع گنجوٹی

مدعی سدانیپا ولد شرنپا و غیرہ وسکنا عمرگہ
بنام میلاری ولد ہنمنت و کشن ولد ہنمنت ساکنان پیاپلہ جاگیر تعلقہ سنگنگ۔ مدعی علیہما

دعویٰ:- دخلیابی اراضی مع استقرار حق پر

بنام:- میلاری ولد ہنمنت قوم کلال عمر ۲۰ سالہ پیشہ ذاتی ساکن شالہ جاگیر تعلقہ سنگنگ

کشن ولد ہنمنت قوم کلال عمر ۲۴ سالہ پیشہ ذاتی ساکن شالہ جاگیر تعلقہ سنگنگ

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ صدر میں تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن اجرا کئے گئے مگر کسی وقت سمن کی تعمیل تمہاری ذات پر نہیں ہوئی لہٰذا تم کو بذریعہ اشتہار آگاہ کیا جاتا ہے کہ مقدمہ ہذا میں تاریخ پیشی ۲۲ دی ۱۳۵۳ ف بروز دوشنبہ مقرر کی گئی ہے لہٰذا چاہئے کہ تاریخ مذکورہ وقت ۱۰ بجے دن کے بمقام عدالت دیوانی ضلع گنجوٹی مستقر عمرگہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر ہوکر مقدمہ ہذا میں پیروی و جوابدہی کریں بصورت غیر حاضری تمہاری کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی پھر تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

ہمکت طلبانہ ۱۰ روز نامچہ پر نصب ہے۔

دستخط	مہر دستخط
صیغہ دار	سررشتہ دار

اخبار مملکت کے ملنے کے پتے:-
مکتبہ ابراہیمیہ عابد روڈ حیدرآباد
سید مختار محمد ایجنٹ اخبارات نظام جاہی مارکٹ

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس

اہل ملک سے اپیل

حیدرآباد ۱۰ آذر۔ مولوی سید یوسف صاحب بی اے ایل ایل بی معتمد استقبالیہ، مولوی محمد داود حسین صاحب بی اے ایل ایل بی معتمد نشر و اشاعت و شریک معتمد استقبالیہ اور مسٹر کاشی ناتھ راؤ کیال کر معتمد شعبہ نمائش و شریک معتمد استقبالیہ نے حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس نظام آباد کے سلسلہ میں اہل ملک سے حسب ذیل اپیل کی ہے۔

"ہر شخص اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ کوئی ملک تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محض سرکار بغیر ملک کی مدد کے ملک میں تعلیم عام نہیں کر سکتی۔ ہر ترقی یافتہ ملک میں عوام کی مدد سے ملک کے ہونہار تعلیم پا کر ملک کو ترقی دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی ایک کانفرنس تعلیم کے لئے ہر سال سینکڑوں ہندو مسلمان، پارسی اور عیسائی ہونہاروں کو اس کانفرنس سے ان کی ضرورت کے وقت مدد دی جاتی رہی ہے اور وہ آج اس کی بدولت بڑے بڑے عہدوں اور کاروبار پر نظر آ رہے ہیں۔

اس کانفرنس کا سالانہ جلسہ ہر سال ایک ضلع یا صوبہ میں ہوتا ہے۔ اس سال نظام آباد میں اس کا سالانہ جلسہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ دے ۱۳۵۴ف کو ٹاؤن ہال میں ہو رہا ہے اور مولوی غلام حمید صاحب بی۔ایس۔سی۔ ایچ۔سی۔ایس اول تعلقدار صدر مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے ہیں۔ اس کانفرنس میں جس قدر رقم وصول ہوگی بعد اخراجات وہ تمام کی تمام اس ریاست کے طالب علموں کو تعلیمی وظیفے دینے پر خرچ ہوگی۔ لہذا ہم ہر محب وطن شخص سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ حسب ذیل طریقوں سے کانفرنس کی مدد کر کے ملک کو فائدہ پہونچائے اور یہ یاد رکھئے کہ اس بہتر خرچ کا ذریعہ آپ کی کمائی کے لئے اور کوئی نہیں ہے (۱) اپنی حسب حیثیت بڑے بڑے عطیے دیجئے (۲) مجلس استقبالیہ کی رکنیت قبول کیجئے جس کا چندہ (عہ) روپیہ ہے (۳) کانفرنس کی عام رکنیت منظور کیجئے جس کا چندہ (عہ) روپیہ ہے (۴) جلسے کے کام کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیجئے اور (۵) مقررہ تاریخوں میں جلسے میں شریک رہئے۔"

کفالت ناموں کی انتہائی قیمتوں کا تعین

سررشتہ فینانس نے حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے:

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ (۳) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی بابتہ ۱۳۴۹ف صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت کو حاصل ہیں قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی میں حسب ذیل ترمیم کی جاتی ہے۔

(۱) قاعدہ (۴۳) ذیلی قاعدہ (۱) میں الفاظ "قاعدہ ہذا" اور الفاظ "قاعدہ ۴۳ الف" کے درمیان الفاظ "قاعدہ ۴۳ ب" اضافہ کئے جائیں۔

۲۔ قاعدہ ۴۳ الف کے بعد حسب ذیل قاعدہ ۴۳ ب اضافہ کیا جائے۔ ۴۳ ب الف کوئی شخص مجاز نہ ہوگا کہ ایسے کفالت ناموں کو جن کا اعلان کیا گیا ہو ان قیمتوں سے زیادہ پر بطور خود یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے خریدے یا فروخت کرے یا خرید نے یا فروخت کرنے کے لئے پیش کرے جن کو صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت وقتاً فوقتاً مقرر کریں۔

(۲) کوئی کمپنی مجاز نہ ہوگی کہ قاعدہ ہذا کے ذیلی قاعدہ (۱) کی مقررہ قیمتوں سے زیادہ پر ایسے کفالت ناموں کی منتقلی کا اندراج اپنے کتب میں کرے جن کا اعلان کیا گیا ہو۔ کوئی شخص جو اس خصوص میں منجانب صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت مقرر کیا جائے ایسی منتقلیوں سے متعلق کمپنیوں کے کتب اور دیگر دستاویزات کا معائنہ کر سکے گا۔

(۳) خرید یا فروخت ایسے کفالت ناموں کی کسی ایسی معاہدہ دستاویز انتقال کی عوائد کے مقابلہ میں موثر نہ ہوگی جس پر بائع کے دستخط ہوں اور ہر ایسے کاروبار کا اندراج کمپنی کے کتب میں اندرون سات یوم نہ کیا گیا ہو۔

(۴) تمام کمپنیوں پر جن کی رجسٹری ممالک محروسہ سرکار عالی میں کی گئی ہو لازم ہوگا کہ ہر ماہ کے اختتام پر ہر کمپنی جینے کی دس تاریخ تک تمام منتقلیوں کی کیفیت جن کا اندراج ان کے کتب میں ہوگا سررشتہ فینانس میں اس نمونہ کے مطابق پیش کریں جس کو صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت مقرر فرمائیں۔

(۵) جو شخص قاعدہ ہذا کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا اس کو قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد پانچ سال تک ہو سکے گی یا جرمانہ کی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔"

جو فراہم کی گئی ہے وہ جنگ کے بعد ایک بڑی ذمہ داری ثابت ہوگی۔ یہ بات واضح ہے کہ امریکہ کا منشا جیسا کہ قرضہ اور پٹہ کے فقرہ (۷) سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ تجارت میں امتیازی سلوک نہ کیا گیا اور محاصل کی دیواریں نہ کھڑی کی جائیں۔ اس کے نتیجہ کے طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ کروڑ گیری دستوروں کے لئے تاسیسی محاصل کی حد تک حکومت ہند کے ہاتھ باندھ دئے گئے ہیں (باقی)

۲۰ فی صدی کا منافع غیر تحکیدانہ نہیں ہے

حکومت ہند کا پریس نوٹ

مخالف ذخیرہ بندی و نفع اندوزی آرڈیننس کی توضیح

نئی دہلی ۲۰ اکتوبر۔ ایک پریس نوٹ میں مذکور ہے کہ ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کی روک تھام کے لئے حال ہی میں جو آرڈیننس نافذ کیا گیا ہے۔ اس کی اس ایک دفعہ پر تنقید ہوئی ہے جس کے تحت مصارف پیداوار یا مصارف پیداوار بشمول مصارف نقل و حمل پر (۲۰) فی صد منافعہ کی اجازت دی گئی ہے۔ سرکاری طور پر یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ ۲۰ فی صدی یہ حد غیر تحکیدانہ نہیں ہے کسی تاجر یا پیداکنندہ کو اس کی اجازت ہے کہ وہ کنٹرولر جنرل کو اس کا اطمینان دلائیں کہ (۲۰) فی صد نا ممکن العمل یا ناقابل قبول ہے۔ حکومت کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ ملک کی تجارت میں انتشار پھیلائیں۔ اس آرڈیننس کا واحد مقصد یہ ہے کہ نفع اندوزی کو روکیں (۲۰) فی صد منافعہ بیک اندازی کے مقدمات پر کنٹرولر جنرل بہ دردانہ غور اور فوری انتظام کریں گے۔

کنٹرولر گڑ نے حال میں جو اعلان کیا تھا اور جس کے تحت آئندہ ماہ کے اوائل سے۔ اجازت نامہ کے بغیر سرحدات صوبہ کے باہر گڑ کی برآمد ممنوع قرار دی گئی تھی اس اعلان کا مطلب یہ ہے کہ صوبہ جات کے مابین گڑ کا لین دین نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ وہ حکومت کی جانب سے ہو۔

مابعد جنگ تنظیم کے مسائل

بہ سلسلہ صفحہ (۵)

حساب ہوتا ہے قرضہ اور پٹہ نے ایک حد تک تجارتی تعلقات میں انتشار پیدا کر دیا ہے لیکن مستقبل کی تجارتی ترقی کے لئے کوئی بنیاد نہیں رکھی۔ یہ خیال پروفیسر گینڈالف کا ہے جو انہوں نے اپنے ایک مضمون میں ظاہر کیا ہے۔ اس اسکیم کے تحت جو واجبات پیدا ہوئے ان کا تصفیہ مستقبل کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے اور یہ بات واضح نہیں ہے کہ امریکہ ادائی کا مطالبہ کس طرح اور کس صورت میں کرے گا۔ کرنسی کے ذریعہ یا اسباب اور تجارتی مراعات کے ذریعہ۔ ہندوستان کو جو مشنری ہم

حمیدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (ناشر) دفتر حکمت سے شائع ہوا